صَبر

سید تلمیذ حسنین رضوی

صدقِ خلیل بھی ہے عشق، صبر حُسین بھی ہے عشق
معرکۂ وجود میں بدر و حُنین بھی ہے عشق

یہ حقیقت روزِروشن کی طرح عیاں اور شمس عالمتاب کی مانند درخشاں ہے کہ صبرِ حسینی دنیا میں ضرب المثل بن چکا ہے اور رہتی دنیا تک اس کا تذکرہ ہوتا رہے گا۔ صبر جزع و فزع سے باز رہنے اور گریہ و بکا سے دور رہنے کا نام نہیں اور نہ ہی اس کا مفہوم سپردگی یاس و حرمان اور ناامیدی ہے بلکہ دیناوی آزمایشوں اور ابتلاء کے مقابلے میں صبر ایک قوّت، طاقت، عزیمت اور صَلابت ہے، اس کے سبب ہمتیں جواں، عزائم قوی، ولولے باقی، اور جوش و خروش زندہ رہتا ہے، صَبر نفسانی اضطراب، قلبی انتشار اور خوف کے ہنگام اطمینان وسکون عطا کرتا ہے۔ صبر درحقیقت حیاتِ انسانی میں کامیابی کا راستا، کامرانی کا جادّہ، فتح کی علامت اور سُرخروئی کی ضمانت ہے۔

علمائے کرام اور زعمائے انام نے اسکی مختلف تعریفیں کی ہیں:

خواجہ نصیر الدین طوسیؒ فرماتے ہیں: صبر کا مفہوم ہے مصیبت اور پریشانی کے وقت نفس کو بےتابی سے محفوظ رکھنا۔ دوسری جگہ اس کی مزید وضاحت اس طرح کرتے ہیں: صبر دل کو اضطراب، زبان کو شکایت اور اعضاء کو ناموزوں حرکات سے روک دینے کا نام ہے۔

امام راغب اصفہانیؒ فرماتے ہیں: صبر کے معنیٰ ہیں نفس کو عقل و شریعت کے تقاضوں کے مطابق روک دینا۔ اور مختلف حالات کے وقت اسے مختلف ناموں سے یاد کیا جاتا ہے، کبھی اس کا نام صبر ہے تو کبھی شجاعت، کبھی وسیع القلبی ہے تو کبھی کِتمان اور قرآن مجید میں ان سب کو صبر سے تعبیر کیا گیا ہے۔

روزے کو بھی صبر کہا جاتا ہے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے: ماہ صبر یعنی رمضان المبارک کا روزہ اور ہر مہینے میں تین دن روزے رکھنا دل کے کینے کو ختم کر دیتا ہے۔ آپ ﷺ نے صبر کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں:

۱۔ مصیبت کے وقت صبر کرنا۔ ہر اذیّت اور تکلیف کا بغیر اضطراب کے مقابلہ کرنا خواہ وہ انسانی طبیعت کے لیے کتنا ہی ناگوار ہو۔

۲۔ اطاعت پر صبر کرنا۔ یعنی تمام ذمہ داریوں کو پورا کرنا۔ فرائض کو بجالانا اور بغیر اضطراب کے اس راستے پر ثابت قدم رہنا۔

۳۔ مصیبت پر صبر کرنا۔ یعنی جن امور کا ترک کرنا لازم و لابدی ہے انھیں چھوڑ دینا، اپنے فیصلے پر قائم رہنا، نافرمانیوں، منکرات اور محرّمات سے اجتناب کرنا۔

قرآن کریم میں ۱۰۳ مقامات پر لفظ صَبر مختلف انداز میں بیان کیا گیا ہے جو اپنے دامن میں مختلف معانی کو سمیٹے ہوئے ہے۔

سورۂ احقاف میں آنحضرت ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے پیغمبر آپ اسی طرح صبر کریں جس طرح پہلے کے صاحبان عزم رسولوں نے صبر کیا اور عذاب کے لیے جلدی نہ کریں (احقاف ۴۶۔۳۵)

جنّت میں جانے والوں سے فرشتے اس طرح مخاطب ہوں گے: تم پر سلامتی ہو کہ تم نے صبر کیا اور اب آخرت کا گھر تمھاری بہترین منزل ہے (رعد ۱۳۔۲۴) مسکین، یتیم اور اسیر کو کھانا کھلانے پر اہل بیتؑ کے بارے میں فرمایا: اور انھیں ان کے صبر کے عوض جنّت اور حریر جنّت عطا کیا گیا ہے (انسان ۷۶۔۱۲) مومنین سے کہا کہ: تم صبر اور نماز سے مدد طلب کرو بلا شبہ اللہ صابرین کے ساتھ ہے۔ (بقرہ ۲۔۱۵۳) اور صابرین کی یہ علامت بتائی کہ: جب ان پر مصیبت پڑتی ہے تو وہ انا للہ وانا الیہ راجعون کہتے ہیں (بقرہ ۲۔۱۵۶) جب حضرت ابراہیمؑ حضرت اسماعیلؑ سے اپنا خواب بیان کرتے ہیں تو بیٹا حکمِ ربّانی کی بجاآوری کی التجا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے (الصافات ۳۷۔۱۰۲) طالوت اور ان کے ساتھیوں کی دُعا کو قرآن نے اس طرح بیان فرمایا: خدایا ہمیں بے پناہ صبر عطا فرما، ہمارے قدموں کو ثبات دے اور ہمیں کافروں کے مقابلہ میں نصرت عطا فرما (بقرہ ۲۔۲۵۰) سورۂ انفال میں فرمایا کہ: اگر ان میں بیس بھی صبر کرنے والے ہوں گے تو وہ دو سو پر غالب آجائیں گے (انفال ۸۔۶۵)

سورۂ کہف میں صبر کی یہ داستان بیان کی گئی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام بندۂ خدا (جن کا نام خضر بتایا جاتا ہے) سے علم حاصل کرنے کی خواہش کرتے ہیں اور وہ یہ فرماتے ہیں کہ تم میرے ساتھ صبر نہ کر سکو گے اور اس بات پر کیسے صبر کر سکتے ہو تمھیں جس کا علم نہ ہو؟ حضرت موسیٰؑ فرماتے ہیں، ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔ اور جب حضرت موسیٰؑ اعتراض کرتے ہیں تو حضرت خضر فرماتے ہیں: میں نے تم سے کہا نہیں تھا کہ تم صبر نہ کر سکو گے۔ اور آخر میں حضرت خضر ان باتوں کی تاویل بتاتے ہیں جن پر حضرت موسیٰ صبر نے کر سکے اور اعتراض کرنے لگے تھے۔

اصبروا اور صابروا کا مفہوم ہے اپنے نفس کو عبادت کے لیے مختص کر دو اور خواہشات سے جہاد کرو

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے صبور بھی ہے یعنی وہ رحمان و رحیم اپنے بندوں سے بدلہ لینے میں جلدی نہیں کرتا۔ لوگ نافرمانی کرتے اور معصیت میں مبتلا رہتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ فوراً عذاب نازل نہیں کرتا۔

علامہ فخر الدین طُریحی، مجمع البحرین میں فرماتے ہیں: صبر افضل ترین عمل ہے یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: الایمان شطران شطر صبر و شطر شکر، ایمان کے دو حصے ہیں ایک صبر دوسرا شُکر۔

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: نَحْنُ صُبُرٌ وَ شِيعَتُنَا أَصْبَرُ مِنَّا وَ ذَلِكَ أَنَّا صَبَرْنَا عَلَى مَا نَعْلَمُ وَ صَبَرُوا هُمْ عَلَى مَا لَا يَعْلَمُونَ، ہم تو صابر ہیں لیکن ہمارے شیعہ بڑے صابر ہیں ہم ان امور پر صبر کرتے ہیں ہمیں جن کا علم ہوتا ہے اور یہ لوگ ان امور پر صبر کرتے ہیں جن سے لاعلم ہوتے ہیں۔

وتواصوا بالصبر کے مفہوم کے بارے میں شیخ ابو علی فرماتے ہیں کہ وہ اشارہ ہے امر بالمعروف، نہی عن المنکر، توحید کی دعوت اور واجبات کو ادا کرنے اور برائیوں سے اجتناب کرنے کی طرف

ایک حدیث میں ہے کہ يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ الصَّابِرُ عَلَى دِينِهِ مِثْلُ الْقَابِضِ عَلَى الْجَمْرَةِ بِكَفِّهِ، ایک وہ زمانہ آئے گا کہ دین پر صبر کرنے والا ایسا ہوگا جیسے کوئی انگاروں پر صبر کرے۔ یعنی متدین اور دین دار کے لیے دین پر ثابت قدم رہنا اور دینی شعائر پر عمل کرنا دشوار ہو جائے گا، نافرمانوں کے غلبے، فتنوں کے پھیلنے اور ایمان کی کمزوری کے سبب۔

امام حسینؑ نے شبِ عاشور اصحاب و اعزّہ سے گفتگو کرنے کے بعد جب اپنے خیمہ میں تشریف لائے تو آپ نے کچھ اشعار پڑھے جس سے یہ صاف ظاہر ہوتا تھا کہ امام سفرِ آخرت کے لیے تیار ہیں اس وقت امام زین العابدین اور عقیلۂ بنی ھاشم حضرت زینبؑ بھی وہاں موجود تھیں انھیں یقین ہو گیا کہ امام عالی مقام جلد ہی ان سے جدا ہو جائیں گے، حضرت کلثوم کو جب یہ پتا چلا تو آپ نے فرمایا: وا محمداہ و اعلیاہ واحسیناہ اس وقت امام حسینؑ نے اپنی بہنوں اور جملہ اہل بیت کو صبر کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا: يا اختاه يا امّ كلثوم، يا فاطمة، يا رباب، انظرن اذا قتلت فلا تشققن على جيباً ولا تخمشن وجهاً ولا تقلن هجرا (تاريخ طبرى ٢٤٠/٦ انساب الاشراف)

اے میری بہن اے ام کلثوم، اے فاطمہ، اے رباب دیکھو جب میں قتل ہو جاؤں تو مجھ پر اپنے گریبان چاک نہ کرنا، چہرہ زخمی نہ کرنا، اور غلط بات زبان پر نہ لانا (امام عالی مقام وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر پر عمل کر رہے تھے)

امام عالی مقام جب اپنے اصحاب کو مقتل کی جانب روانہ فرماتے تو بطور صبر یہ کلمات ان سے کہتے: صَبْراً بَنِي الْكِرَامِ فَمَا الْمَوْتُ إِلَّا قَنْطَرَةٌ يَعْبُرُ بِكُمْ عَنِ الْبُؤْسِ وَ الضَّرَّاءِ إِلَى الْجِنَانِ الْوَاسِطَةِ وَ النَّعِيمِ الدَّائِمَةِ فَأَيُّكُمْ يَكْرَهُ أَنْ يَنْتَقِلَ مِنْ سِجْنٍ إِلَى قَصْرٍ وَ مَا هُوَ لِأَعْدَائِكُمْ إِلَّا كَمَنْ يَنْتَقِلُ مِنْ قَصْرٍ إِلَى سِجْنٍ وَ عَذَابٍ إِنَّ أَبِي حَدَّثَنِي عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ص أَنَّ الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَ جَنَّةُ الْكَافِرِ وَ الْمَوْتُ جِسْرُ هَؤُلَاءِ إِلَى جِنَانِهِمْ وَ جِسْرُ هَؤُلَاءِ إِلَى جَحِيمِهِمْ مَا كَذَبْتُ وَ لَا كُذِبْتُ

اے شریفوں کے فرزندو! صبر سے کام لو موت تو ایک پُل ہی ہے جو تم کو تکالیف اور پریشانیوں سے وسیع جنتوں اور دائمی نعمتوں کی جانب عُبُور کراتا ہے، تم میں سے بھلا کون ہے جو قید خانے سے محل کی جانب منتقل ہونے کا خواہش مند نہ ہو؟ میرے والد نے مجھ سے بیان کیا ہے، انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت ہے اور موت ان سب کے لیے ایک پُل کی حیثیت رکھتی ہے جو انھیں ان کی جنتوں کی طرف لے جاتی ہے اور ان لوگوں کو جہنّم تک پہنچاتی ہے نہ مجھ سے جھوٹ کہا گیا اور نہ ہی میں نے جھوٹ کہا۔

نواسۂ رسول فرزندِ بتول نے ریگ زار کربلا پر اپنے اور عزیز و اقربا اور انصار و اعوان کے لہو سے صدق و صفا اور صبر و رضا کی وہ داستان رقم کی ہے جسے دنیا کی کوئی طاقت صفحۂ ہستی سے مٹا نہیں سکتی، جب تک دنیا میں انسانیت، شرافت اور نجابت باقی ہے یہ مرقع صبر ہر فرد بشر کے لیے مشعلِ راہ رہے گا۔

امام حسین علیہ السلام نے مطالبۂ بیعت سے لے کر جام شہادت پینے تک صبر ورضا کے دامن کو نہیں چھوڑا جب آپ نے مدینہ منورہ سے ہجرت کا قصد فرمایا روضۂ رسول اور قبرِ بتول اور مرقدِ امام حسنؑ سے وداع کیا اور صبر کا گھونٹ پیا تو اس وقت محمد حنفیہ کو جو وصیت فرمائی اس کے آخری الفاظ یہ تھے: فَمَنْ قَبِلَنِي بِقَبُولِ الْحَقِّ فَاللَّهُ أَوْلَى بِالْحَقِّ وَ مَنْ رَدَّ عَلَيَّ هَذَا أَصْبِرُ حَتَّى يَقْضِيَ اللَّهُ بَيْنِي وَ بَيْنَ الْقَوْمِ بِالْحَقِّ وَ هُوَ خَيْرُ الْحاكِمِينَ

پس جو حق کو مان کر مجھے تسلیم کرلے گا تو اللہ حق کا زیادہ حق دار ہے اور جو مجھے مسترد کردے گا تو میں صبر سے کام لوں گا یہاں تک کہ اللہ میرے اور قوم کے مابین فیصلہ کردے اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

درحقیقت امام کا سفر ہی احیائے کلمۂ حق کے لیے تھا وہ باطل کو مٹانا چاہتے تھے اور حق کو جلا بخشنا چاہتے تھے۔ چاہے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے کتنی ہی بڑی قربانی کیوں نہ دینا پڑے۔

امام عالی مقام نے اصحاب وانصار کی کمی پر کوئی شکوہ نہ کیا بلکہ آخری لمحے تک یہی فرماتے رہے کہ یزید میرے خون کا پیاسا ہے میں قلادۂ بیعت ہٹائے دیتا ہوں، شب کی تاریکی سے فائدہ اٹھا کر جہاں چاہے چلے جاؤ میں تنہا مقابلے کے لیے کافی ہوں۔ جب عاشور کے دن معرکہ کا آغاز ہوا اور ایک ساتھ ۵۰ باوفا اصحاب راہی ملک عدم ہوئے تو امام حسینؑ نے اس وقت بھی صبر کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیا اور جب مسلم بن عوسجہؓ زخموں کی تاب نہ لاکر موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا تھے امام حسینؑ نے ان کے قریب آکر صبر کے یہ الفاظ کہے:
رحمک اللہ یا مسلم فمنھم من قضیٰ نحبہ و منھم من ینتظر و ما بدّلوا تبدیلاً

اے مسلم خدا تم پر رحم کرے ان لوگوں میں سے کچھ نے اپنا عہد پورا کیا (شہادت پاگئے اور اُن میں سے بعض منتظر ہیں اور انھوں نے عہد میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔

اور امام عالی مقام نے زندگی کے آخری لمحات تک صبر واستقامت کا وہ اعلیٰ کردار پیش کیا ہے کہ دنیا محو حیرت ہے اگر کڑیل جوان علی اکبر میدان وغا میں جانے کی اجازت طلب کرتا ہے تو خود ہی اسے گھوڑے پر سوار کرکے فرماتے ہیں: اللھُمَّ اشھد علی ھؤلاءِ القوم پروردگارا اس قوم پر گواہ رہنا کہ اب وہ جوان میدانِ قتال میں جارہا ہے جو صورت وسیرت، رفتار وگفتار میں پیغمبر اکرم ﷺ کے مشابہ ہے۔

اور جب امام حسینؑ آخری قربانی کو لے کر آئے ہیں اور علی اصغر کو اپنے ہاتھوں پر بلند کرکے فرماتے ہیں کہ: اس بے شیر کو ایک گھونٹ پانی پلادو تو اس وقت امام علیہ السلام کا صبر دیدنی تھا، نہ ہاتھوں کو جنبش تھی نہ پیروں میں لرزش تھی، صبر واستقامت کا ایک کوہِ گراں ربّ کے حضور اپنی آخری قربانی پیش کرکے اسلام کو زندہ وپائندہ کررہا تھا۔